ڈاکٹر زاہد ہمایوں
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
فوجی فاؤنڈیشن کالج برائے طلباء، نیو لالہ زار راولپنڈی۔

اردو نعتیہ شاعری پر ترقی پسند شعرا کے توانا رجحانات

Strong Trends of Progressive Poets Upon Urdu Na'at Poetry

Abstract:
In 1935 all the writers of the world gathered in Paris to favour the labourers and established the movement for progressive writers. This movement has got popularity in Hindustan very quickly. Great poets like Praimchand, Majnun Gorakhpuri, Ahmed Nadeem Qasmi, Faiz Ahmed Faiz and Sahir Ludhianvi have also supported this movement and its literature. Realism got a new exposure; sexual affairs has been exposed. Lyrics are not liked. The literature, which is created under the progressive movement, it has great impact of the progressive ideology. This movement represented life and atmosphere by giving an important objective of literature for public welfare. Religious, ethics and spirituality have also been criticized. But some poets have not accepted this trend of religious opponent for example Rawish Siddiqui, Ahmed Nadeem Qasmi, Ehsan Danish and Arif Abdul Mateen. They promoted Na'at in thematic and stylish way through their creative experiences. Whatever motives exists in Na'at of progressive poets, but we cannot deny this reality that they have created quality Na'at technically and represented in very effective way, some aspects of character and personality of Hazrat Muhammad (صلیٰ اللہ علیہ وسلم) according to references and problems of present age. They composed the element of eternal grief and external affliction in Na'at poetry through their enlightening power. Through their similes, metaphor, and symbols they gave a great strength to the new trends in Na'at poetry. If we put aside the ideological biasness and study Na'at and progressive poets deeply, we cannot deny their strong tendency that exist in Na'at poetry.

Keywords: *Labourers, Progressive Poets, Reality, Religious, Ethics, Spirituality, Criticized, Creative Experiences, Similes, Metaphors, Symbolic Style, New Trends, Public Welfare, Motives, Eternal Grief, Ideological Biasness.*

۱۹۱۷ء میں روس میں زبردست انقلاب آیا، دنیا کو پہلی بار یہ خیال آیا کہ محنت کش جن کی تعداد ان گنت ہیں متحد ہو کر مٹھی بھر سرمایہ داروں کو شکست دے سکتے ہیں۔ چناں چہ ۱۹۳۵ء میں دنیا بھر کے ادیب پیرس میں جمع ہوئے اور محنت کشوں کی حمایت میں " انجمن ترقی پسند مصنفین " کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحریک بہت جلد ہندوستان میں بھی مقبول ہو گئی۔

جواہر لال نہرو نے تحریک کی تائید کی اور پریم چند نے صدارت فرمائی، مجنوں گورکھ پوری، مجاز، جذبی، فیض، سردار جعفری، ساحر لدھیانوی اور احمد ندیم قاسمی جیسے معتبر شعرا نے اس تحریک کے نظریات کا پرچار کیا، حقیقت نگاری کا فروغ ہوا، جنسی معاملات کو بے نقاب کیا گیا اور غزل کو ناپسند کیا گیا۔

نئے ادب کی توضیح کے لیے جو اعلان نامہ پیش کیا گیا اس کے تحت ادب کو زندگی کا آئینہ قرار دیا گیا، بہ قول اختر حسین رائے پوری:

> " زندہ اور صادق ادب وہی ہے جو سماج کو بدلنا چاہتا ہے۔۔۔اور جملہ بنی نوع انسان کی خدمت کی آرزو رکھتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ملک کا ادب زندگی سے اپنے آپ کو وابستہ کرے گا تو زندگی کے ارتقا کا علم بردار ہو گا۔"(۱)

ترقی پسند تحریک کے زیر اثر جو ادب تخلیق ہوا اس پر ترقی پسند نظریے کی گہری چھاپ ہے، ادب اور زندگی کے مقاصد کا تعین کیا گیا، عوامی بہبود کو ادب کا اہم مقصد قرار دے کر اسے زندگی اور ماحول کی ترجمانی پر مامور کر دیا گیا۔

ترقی پسند تحریک نے قدیم معاشرتی اقدار کے علاوہ مذہب و اخلاق اور روحانیت کو بھی ہدف ملامت بنایا بہ قول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:

> "تشکیک والحاد کی رو میں بہہ کر مذہب و اخلاق کے خلاف آمادہ پیکار ہونا اس دور کا ایک خاص رجحان تھا۔ جس کا شکار زیادہ تر نوجوان ہوئے، جو اپنے تہذیبی ورثے سے بے خبر یا

بیگانہ تھے۔ انھوں نے مغرب کے لادینی افکار کو ترقی پسندی اور تہذیب کی معراج سمجھ لیا۔''(۲)

جدید دور کی فکر کا اولین رجحان آزادی اور انفرادیت کا شعور ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں مذہب، تہذیب و حیات کا اہم ترین حصہ تھا۔ کسی فرد کے اندر جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ مذہب کے خلاف آواز اٹھائے۔ ایسی بہت سی تخلیقات ہیں جو ہندو مصنفین کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں، لیکن وہ بھی مسلمانوں کی طرح 'بسم اللہ'' سے آغاز کرتے تھے۔ ''گلزارِ نسیم'' کا مصنف پنڈت دیا شنکر نسیم اپنی مثنوی کا آغاز حمد، نعت اور منقبت کے مضامین سے کرتا ہے۔

لیکن ترقی پسندانہ شعرا نے ان روایات سے بغاوت کی، بہ قول پروفیسر ڈاکٹر ساجد امجد:

''ترقی پسند شعرا روایات سے بغاوت پر کار بند ہوئے اور معاشرت اور اقتصادی ڈھانچے میں تبدیلی کی ضرورت کو محسوس کیا تو ان کی نظر سب سے پہلے مذہب پر پڑی کیونکہ سب سے بڑی روایت تو خود مذہب ہی ہے۔ مزید بر آں سماجی ڈھانچے کو اندھا دھند تبدیل کرنے میں بھی مذہب ہی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ لہٰذا مذہب کو رجعت پسندی قرار دے کر نظر انداز کر دینے کا نظریہ عام ہوا۔''(۳)

مگر کچھ ترقی پسند شعرا نے اس رجحان کو قبول نہیں کیا۔ مثلاً سیماب، روش صدیقی، احمد ندیم قاسمی، احسان دانش اور عارف عبدالمتین وغیرہ ان شعرا نے نعتیہ شاعری کے اعلیٰ نمونے تخلیق کیے۔ قتیل شفائی، ظہور نظر اور احمد فراز بھی اسی انداز نعت کے پیروکار ہیں۔

گو کہ ان شعرا کے کلام میں نعتیں بہت کم ہیں مگر جو ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کے انسانی پیغام کا تذکار غالب ہے۔ جو عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور بھائی چارے سے متعلق ہے۔ نعتوں میں معاشرتی اور سیاسی حوالوں کی جھلک واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے ترقی پسند نعتیہ شاعری کا تجزیہ اس طرح کیا ہے۔

''ترقی پسند شعرا کی نعت کا لفظیاتی ماحول زیادہ غیر مذہبی ہوتا ہے، اس میں قرآن اور حدیث کے الفاظ آپؐ کے اسمائے مبارک (یٰسین، طٰہٰ، مدثر، مزمل وغیرہ) مصطفٰے، مدینہ، یا رسول اللہ ﷺ وغیرہ کی ردیفوں کے بجائے شاعری کا عام اسلوب انداز نظر آتا ہے، نیز

آپ ﷺ کے معجزات و عبادات اور خالص دینی موضوعات کے بجائے آپ ﷺ کی شخصی خوبیاں ملتی ہیں۔"(۴)

یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ کی شخصی خوبیوں کو اجاگر کیا گیا ہے مگر براہ راست آپ ﷺ کے اسمائے مبارک اور عبادات و معجزات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ احمد ندیم قاسمی نے اپنے اشعار میں آپ ﷺ کے اسمائے مبارک کو بہ طور ردیف استعمال کیا ہے۔ لفظیات میں قرآنی لب و لہجہ بھی موجود ہے۔ خُلد، سدرہ، طوبیٰ، غارِ حرا، اقرا، ساقی کوثر جیسے الفاظ سے مذہبی ماحول کی منظر کشی بھی ہوتی ہے۔

مثلاً:

خُلد مری، صرف اُس کی تمنا، صلی اللہ علیہ وسلم
وہ مرا سدرہ، وہ مرا طوبیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم
غارحرا میں وہ تنہا تھا، تنہائی میں بھی یکتا تھا
چار طرف ذکر اقرا تھا، صلی اللہ علیہ وسلم

(احمد ندیم قاسمی)(۵)

کیا فکر ہے جب تم کو میسر ہیں محمد ﷺ
اے تشنہ لبو، ساقی کوثر ہیں محمد ﷺ
نام ان کا لیا ہے تو مہکنے سا لگا ہوں
قرآن کی خوشبو سے معطر ہیں محمد ﷺ(۶)

مزید برآں آپ ﷺ کے ساتھ استغاثہ و استمداد کے پہلو، التجائی لب و لہجہ، جنت ماوٰی، نقش کفِ پا اور قطرے سے دریا جیسے مذہبی عناصر بھی بہ کثرت ملتے ہیں۔

مثلاً:

قطرہ مانگے جو کوئی، تو اسے دریا دے دے
مجھے کو کچھ اور نہ دے، اپنی تمنا دے دے
میں تو تجھ سے فقط اک نقش کف پا چاہوں
تو جو چاہے تو مجھے جنت ماوٰی دے دے

وہ جو آسودگی چاہیں، انھیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے(۷)

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا(۸)

اس دور میں مذہب سے برگشتگی، بے اطمینانی اور بے زاری کے رجحانات کو ترقی پسندانہ رویہ قرار دیا گیا تھا۔ مذہب بے زاری کا یہ رجحان اس قدر فروغ پایا کہ حلقہ اربابِ ذوق کے نمایندہ شعرا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ن۔م۔راشد جو جدید اردو نظم میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، انھوں نے قدیم فنی سانچوں کے خلاف آواز بلند کی اور ہیئت و موضوع کے نت نئے تجربات کیے۔ مگر ان کے کلام میں خدا، مذہب اور اس سے متعلق معیارات کی تحقیر اور مذمت جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ مذہب بیزار ذہنیت کے صرف دو منظوم اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

اسی مینار کے سائے کے تلے کچھ یاد بھی ہے
اپنے بیکار خدا کے مانند
اونگھتا ہے کسی تاریک نہاں خانے میں
ایک افلاس کا مارا ہوا ملائے حزیں
ایک عفریت اداس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(دریچے کے قریب)
خدا کا جنازہ لیے جا رہے ہیں فرشتے
اسی ساحر بے نشاں کا
جو مغرب کا آقا ہے، مشرق کا آقا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔(پہلی کرن)(۹)

مگر بعض شعرا، ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوتے ہوئے بھی شعر و ادب کا مذہب سے رشتہ منقطع نہیں کرتے۔ ان کا قلم مذہبی روایات کو فروغ دیتا ہے۔ مذہب ان کے ذہن و فکر میں موجود رہتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی، قراۃ العین طاہرہ کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

''اسلام دنیا کا ترقی پسند ترین'' مذہب ہے، ملائیت کے مذاہب سے الگ، سادہ اور سچا مذہب ہے اور میری ترقی پسندی نے بیش تر قرآن و حدیث اور حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے انسپریشن حاصل کیا ہے، اور انسان، خدا اور کائنات کا رشتہ نہ کسی دور میں کم زور ہوا ہے نہ آیندہ ہونے کا احتمال ہے، جو لوگ اس رشتے کی کڑیاں کم زور کرتے ہیں، وہ دراصل خدا اور انسان کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے کتراتے اور فرار اختیار کرتے ہیں، ورنہ خدا، انسان اور کائنات کے مضبوط رشتے کا اثبات ہمیں ذاتی توانائی بخشتا ہے۔''(۱۰)

ترقی پسند شعرا کی نعت گوئی کے محرکات و مقاصد کچھ بھی ہوں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے فنی طور پر معیاری نعتیں لکھیں اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے بعض گوشوں کو عصری احوال و مسائل کے پیش نظر منفرد اور موثر انداز میں پیش کیا۔

انھوں نے اسالیب نعت سے زیادہ موضوعات نعت پر توجہ دی ہے اگرچہ ان کے موضوعات کا دائرہ مخصوص ہے۔ مگر انھوں نے اس دائرہ ہی میں نعت گوئی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے ہیں۔ چند مثالیں بہ طور مشت نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیں:

کفر نے رات کا ماحول بنا رکھا ہے
میرے سینے میں محمد ﷺ کا دیا رکھا ہے
وہ جو مل جائے تو بے شک مجھے جنت نہ ملے
عشق کو اجر کے لالچ سے بچا رکھا ہے
خواب میں وہ نظر آئے تو پھر آنکھیں نہ کھلیں
میں نے مدت سے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے

(احمد ندیم قاسمی)(۱۱)

پھیلی ہے تیری شمع رسالت سے روشنی
تجھ سے چلا ہے دیر میں آئین منصفی

جب تو نہ تھا ذلیل تھا دنیا میں آدمی
بخشی ہے موت کو تری حکمت نے زندگی
قندیل شمع نور سے ہر سینہ بن گیا
یکجا ہوئیں خراشیں تو آئینہ بن گیا

(احسان دانش)(۱۲)

سن سن کے جس کو کروٹیں لیتا رہا جہاں
تیرا ہر اک سخن جرس انقلاب تھا
میرا دماغ اُٹھاتا رہا ان گنت سوال
تیر وجود ان کا مکمل جواب تھا
میں کہ افکار کے جنگل میں بھٹکتا تھا کبھی
مجھ کو آگاہی کی قندیل دکھائی تو نے

(عارف عبدالمتین)(۱۳)

نہ ہوا معجزہ حق کا ظہور آپ ﷺ کے بعد
چپ ہے جبریل تو خاموش ہے طور آپ ﷺ کے بعد
پھر کوئی شمع ہدایت نہ جلی ہے نہ جلے
ہو گیا جیسے جدا خاک سے نور آپ ﷺ کے بعد
آپ ﷺ کی ذات ازل آپ ﷺ کا پیغام ابد
نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے نہ حضور ﷺ آپ ﷺ کے بعد

(احمد فراز)(۱۴)

ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا کی نعتیہ تخلیقات سے پتا چلتا ہے کہ کیسے انھوں نے آپ ﷺ کے کردار کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ محمد ﷺ کے دیے سے زمانے کی اندھیر نگری دُور کرنا، شمعِ رسالت کی روشنی سے دیر میں آئین منصفی چلانا، آپ ﷺ کی تعلیمات سے جڑنے کو انقلاب قرار دینا اور آپ ﷺ کی ذات ازل، پیغام ابد ٹھہرانا یہ سب حوالے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت مبارکہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان لفظیات سے آپ ﷺ کے بشری اوصاف کی جھلک بھی ملتی ہیں۔ مزید برآں ترقی پسند شعرا نے نعتیہ شاعری کو

عصری موضوعات سے ہم آہنگ بھی کیا ہے، انھوں نے اپنی روشن خیالی سے نعتیہ شاعری میں ذاتی کرب اور عصری آشوب کے عناصر داخل کیے امن، وفا، سچائی، اخوت، ایثار اور انسانی دوستی جیسے اعلیٰ موضوعات کو فروغ دیا گیا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

آپ ﷺ کی یادوں کی رونق میری تنہائی میں پلے
وسعت افلاک میرے گھر کی انگنائی میں پلے
صورت و سیرت کی رفعت پر ملے ہیں جب سے آپ ﷺ
اک عجب وارفتگی سی میری دانائی میں پلے

(عارف عبدالمتین)(۱۵)

انسانیت کو تو نے وہ آئین دے دیا
گویا پیام نازش و تمکین دے دیا
عالم کو ذوق جلوہ تزئین دے دیا
ٹوٹے دلوں کو مژدہ تسکین دے دیا

(احسان دانش)(۱۶)

تری عظمت سے ہمیں وسعت کردار ملی
ہم قطرہ تھے ہمیں بحر بنایا تو نے
زیست تھی کارگہہ شیشہ گراں تیرے لیے
رنج محنت کو نزاکت سے اٹھایا تو نے

(عارف عبدالمتین)(۱۷)

ان کے پیکر میں محبت کو ملی ہے تجسیم
پیار کرتا ہے ہر انسان سے پرستار ان کا
وہی ظلمات کی رگ رگ میں اترتا ہو ا نُور
میں تو کر لیتا ہوں ہر صبح کو دیدار اُن کا

(احمد ندیم قاسمی)

آپ ﷺ کی یادوں کی رونق کا تنہائی میں پلنا، ہم قطرہ تھے ہمیں بحر بنایا تو نے، تری عظمت سے ہمیں وسعت کردار ملی اور ان کے پیکر میں محبت کو تجسیم ملی، جیسے موضوعات اس فکری پختگی اور فنی شعور کو آشکار کرتے ہیں، جو کہ ترقی پسند شعرا کا خاصہ ہے۔ بقول عزیز حامد مدنی:

> ''ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا ادیبوں اور فنکاروں میں بڑی حد تک وہی لوگ تھے جو نہایت اعلیٰ پایہ کی فکری اور فنی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو اپنی تہذیب و تاریخ سے اپنے عصر سے اور اپنی زبان کی سکت اور اس کے ارتقائی عمل سے واقف نہ ہو۔''(۱۸)

ترقی پسند شعرا نے زندگی کے خارج کو موضوع بنایا۔ اس تحریک نے زندگی کی جبریت کو طنز کا نشانہ بنایا اور شاعر کو اس کے خلاف بہ آواز بلند احتجاج کرنے کی دعوت دی۔ ترقی پسند تحریک نے معنوی طور پر اشتراکی حقیقت نگاری کو ادب کی اصلی نہج قرار دیا۔

گو کہ ترقی پسند شاعری ایک نظریے کی ترسیل و فروغ کا کام انجام دیتی ہے۔ یہ بیانیہ اسلوب اور منطقی انداز کا پرچار کرتی ہے۔ ترقی پسند شعرا نے شاعری کو نثر کے قریب کر دیا۔ جس سے داخلی آنچ سرد پڑ گئی۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

> ''اس دور میں ایسی شاعری بہت کم تخلیق ہوئی جو واقعاتی تناظر اور رد عمل سے آزاد ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ظفر علی خاں، سورج نرائن مہر اور چکسبت کی طرح ترقی پسند تحریک کی شاعری بھی بہت جلد زمانے کی گرد میں گم ہو گئی اور آج صرف ان شعرا کی نظمیں ہی زندہ ہیں جنھوں نے اپنی ذات سے رابطہ قائم کیا۔''(۱۹)

بلاشبہ ترقی پسند شاعری نے ہیجان پیدا کرنے میں خاصی کامیابی حاصل کی ہے۔ عملی طور پر اس تحریک میں داخلیت سے زیادہ خارجیت کارفرما تھی اور اشتراکیت کی چھاپ سے اس تحریک نے ادب کو پروپیگنڈا بنا دیا تھا۔ اس تحریک کے ان اثرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اگر ہم ترقی پسند شعرا کی نعتیہ شاعری کا خالص ادبی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں تو ایسے اشعار آسانی سے مل جاتے ہیں، جن میں اپنی ذات کا گہرا شعور ہے اور داخلی آنچ بھی سلگتی نظر آتی ہے:

ترے ہی فیض سے ممتاز تھے جہاں بھر میں
جنوں شعار ترے صاحبِ خرد ترے

(عارف عبدالمتین)

سیکھی یہیں مرے دلِ کافر نے بندگی
ربِ کریم ہے تو تری رہ گزر میں ہے

(فیض احمد فیضؔ)

یوں تو جب چاہوں، میں تیرا رخ زیبا دیکھوں
عرض یہ ہے کہ مجھے اِذنِ تماشا دے دے

(احمد ندیم قاسمی)

گویا کہ ترقی پسند شعرا نے نادر تشبیہات واستعارات، منفرد علائم ورموز اور جدید لفظیات سے نعتیہ شاعری کو بلند تخلیقی مزاج عطا کیا، ایک ایسا تخلیقی مزاج جس سے نعتیہ شاعری عالمی ادب میں اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔

اگر ہم ترقی پسند تحریک کے نظریاتی تعصبات کو نظر انداز کرتے ہوئے، غیر جانبدارانہ انداز سے اس تحریک سے وابستہ شعرا کی نعتیہ شاعری کا تجزیہ کریں تو ان کے نکھرے ہوئے شعور، جذبہ، فکر، احساس، تجربہ اور مشاہدے کی گہرائی کا پتا چلتا ہے۔ اس حوالے سے چند شعری مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

وہ مقدر کا دھنی ہُوں کہ دُعا سے پہلے
بخش دی اس نے شہنشاہی ادراک مجھے
لب کشائی کی بھلا مجھے میں کہاں تھی جرات
کر دیا ان کی عنایات نے بے باک مجھے

(قتیل شفائی)

کبھی جو تجھ کو تصور میں نگہباں دیکھا
اس ایک لمحے پہ صدیوں کا سائباں دیکھا

ترے ہی نور سے تھے اکتساب کے چرچے
زمیں کو دیکھ کے جب سُوئے آسماں دیکھا

(احمد ندیم قاسمی)

رنگ و خوش بو کے، حسن و خوبی کے
تم سے تھے، جتنے استعارے تھے
یہ جفائے غم کا چارہ، وہ نجات دل کا عالم
ترا حسن دست عیسیٰ، تری یاد روئے مریمؑ
سیکھی یہی مرے دل کافر نے بندگی
رب کریم ہے تو تری رہ گزر میں ہے

(فیض احمد فیض)(۲۰)

انفرادی سطح پر ایسی مثالیں تو ملتی ہیں، مگر مجموعی طور پر جس فکری رہنمائی کی اس دور کے شعرا سے توقع کی جاسکتی تھی، وہ بالعموم پوری نہ ہو سکی۔ ترقی پسند شعرا نے تقسیم سے قبل جد و جہدِ آزادی میں اپنی پُر جوش شاعری سے زندگی کی حرارت ضرور پیدا کی، لیکن آزادی کے بعد فضا کو ناساز گار پا کر شعرا بے بس ہو گئے۔ انھوں نے نظریات کو اپنی دھرتی کی خوشبو اور سماجی رویوں کے حوالوں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ بہ قول ڈاکٹر وقار احمد رضوی:

> ''۱۹۴۹ء میں بھیڑی (بمبئی) کانفرنس میں ترقی پسندوں نے جو نیا منشور پاس کیا اس میں کھل کر اشتراکی نظریات کی تائید کی گئی۔ اس میں ترقی پسندوں کو اشتراکی نظام حیات کا پابند کیا گیا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں دہلی میں ترقی پسندوں کی کل ہند چھٹی کانفرنس ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۵۳ء کی اس کانفرنس کے بعد ترقی پسند تحریک عملی طور پر ختم ہو گئی اور اس کا ایک سبب تحریک پاکستان کی کامیابی اور قیام پاکستان تھا۔ جس میں ان افکار و خیالات کے لیے سازگار ماحول اور ماحول نہیں مل سکتا تھا۔''(۲۱)

کسی بھی تحریک کا اختتام ''رات گئی بات گئی'' کی طرح نہیں ہوتا۔ بلکہ اس تحریک سے وابستہ تخلیقی تجربات کا گہرا شعور اپنے ان مٹ نقوش چھوڑ دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح ترقی پسند شعرا نے اپنے تخلیقی تجربات سے

نعتیہ شاعری میں ایسی فضاہموار کر دی تھی کہ آنے والے دور میں نعت جدید تر رجحانات سے ہم کنار ہوئی،اعلیٰ سے اعلیٰ تخلیقی اظہار یے سامنے آئے،ان شعرا نے تشبیہات واستعارات،رمز و کنایہ اور علائم ور موز کا ایسا تخلیقی بیانیہ متعارف کرایا جس میں لب و لہجے کی تازگی، لحن کی نادرہ کاری، بیان کی شائستگی،اظہار کی سلیقہ مندی اور وارفتگی شوق سب کچھ موجود ہے۔ نعتیہ شاعری میں ترقی پسند شعرا کے ایسے مجتہدانہ اقدامات نے اسے فنی لحاظ سے بہت عروج بخشا ہے۔ نعتیہ اشعار میں الفاظ و تراکیب، تشبیہات واستعارات اور علائم ور موز کا ایسا رچاؤ خال خال ہی ملتا ہے، جس کی ترغیب، تحریک اور تزئین ترقی پسند شعرا نے کی ہے۔ ترقی پسند شعرا نے مابعد جدید شعرا کے لیے راہیں ہموار کی ہیں۔اس حوالے سے جیلانی کمران کی ایک نادر نعتیہ تخلیق ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کون اُجلا لباس پہنے

ہماری بستی میں آ گیا ہے

نہ لفظ اپنے نہ چال اپنی

نہ آشنا قیل و قال اپنی

اس اجنبی کو ہماری بستی کا کون رستہ دکھا گیا ہے

''نقشہ کھلتا ہے نیلا نیلا

گلاب کھلتے ہیں پیلے پیلے

کوئی بتاؤ۔۔۔یہ عمر کیا ہے؟ یہ موت کیا ہے؟

کوئی بتاؤ کہ راستہ اپنی انتہا ہے

لباس پہنے یا جسم پہنے

وہ ہو بہو ہے وہ بے خطا ہے

وہی گیا ہے

ہوا کی خوشبو ہے بھینی بھینی

فضا میں کوئی اتر رہا ہے
اگر سمجھ کر اسے بلاؤ تو لعل و گوہر
اگر کسی طرح بھول جاؤ تو ابتلا ہے
وہ میرے بچپن کا آشنا ہے
مری جوانی آسرا ہے

عجیب پانی برس رہا ہے
عجیب قسمت سنور رہی ہے"

(جیلانی کامران)[۲۲]

جیلانی کامران کا نام جدید تر نظم اور جدید تر تنقید دونوں حوالوں سے معتبر ہیں۔ جیلانی کامران نہ صرف انسانی زندگی کے قرب کا احساس رکھتے ہیں، بلکہ اس قرب کو بیان کرنے کا طریقہ بھی جانتے ہیں۔ انھوں نے اس نعتیہ نظم میں کردار نگاری کی تکنیک کو ایک نئی سمت عطا کی ہے۔

نعتیہ شاعری کا غالب حصہ غزل کی ہیئت میں ہے، لیکن شعرائے کرام نے مدحت رسولؐ کو اظہار و ابلاغ کی ہر صورت میں برتا، اس ہیئتی تنوع سے فائدہ اُٹھا کر ترقی پسند شعرا نے اپنے تخلیقی تجربات سے نعت میں تازہ کاری کو ہوا دی۔ بحر و قافیہ سے آزادی دلا کر اپنی فکری وسعتوں کو فنی گرفت میں لینے کی سہولت پیدا کی۔ جسے مابعد جدید نظم گو اور مابعد جدید غزل گو شعرا نے مزید فکری و فنّی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔

مثلاً:

تمام دُنیاوں، سب جہانوں میں آپ ﷺ سے بڑھ کر
کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دُلارا نہیں خدا کا

خُدا سے کہیے!

خدارا، اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!

کہ ہم کو پھر سے آپ ﷺ کے دین پہ

آپ کے نقش پا پہ چلنے کی استقامت دے

استقامت دے

حوصلہ دے

(ظہور نظر)[۲۳]

تیری آواز تھی روشنی کا سفر

برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا

تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیان

بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیے

تیری چھاؤں میں زخمی بدن آ گئے

تو نے دریا میں پیاسے شجر رکھ دیے

(جاذب قریشی)[۲۴]

ظہور نظر ترقی پسند تحریک کے اتنے متاثر تھے کہ شروع میں وہ حقیقت پسندانہ نظمیں لکھتے رہے۔ بہت بعد میں انھوں نے غزل کی طرف توجہ دی۔

جاذب قریشی کی نعتیہ نظم میں روشنی، سورج اور شجر ایسے نئے نئے الفاظ، تراکیب اور استعارے جو استعمال ہوئے ہیں، ترقی پسند شعرا یہ تمام استعارے اپنی نعتیہ تخلیقات میں بطور علامت بنا کر اپنی ذاتی کیفیات، محسوسات اور انفرادی تجربات کے ساتھ پیش کر چکے ہیں۔ مابعد جدید نظم گو اور غزل گو شعرا الفاظ و تراکیب اور علائم و رموز کی اسی تسلسل کو عصری صداقتوں اور تہذیبی صورتِ حال کی روشنی میں وسعت دے رہے ہیں۔

ان مثالوں سے پتا چلتا ہے کہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا نے موضوع کی جدت اور اسلوب کی تازہ کاری کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں مابعد جدید شعرا کے لیے جن توانا رجحانات کو فروغ دیا ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

(۱) اختر حسین رائے پوری،ادب اور انقلاب، نیشنل بک ہاؤس بمبئی، س ن۔م۔ص:۸۔

(۲) غلام حسین ذوالفقار،ڈاکٹر،اردو شاعری کا سیاسی وسماجی پس منظر،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۸۸ء،ص:۴۸۸۔

(۳) ساجدامجد،پروفیسر،ڈاکٹر،اردو شاعری پر برِصغیر کے تہذیبی اثرات،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۳ء،ص:۲۶۷۔

(۴) ریاض مجید،ڈاکٹر،اردو میں نعت گوئی،اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۱۹۹۰ء،ص:۵۲۲۔

(۵) احمد ندیم قاسمی،انوار جمال،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۱ء،ص:۵۱۔

(۶) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۱۰۱۔

(۷) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۶۳۔

(۸) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۵۰۔

(۹) ساجدامجد،پروفیسر،ڈاکٹر،اردو شاعری پر برِصغیر کے تہذیبی اثرات،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۳ء،ص:۳۶۹۔

(۱۰) احمد ندیم قاسمی،انوار جمال،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۱ء،ص:۱۴۔

(۱۱) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۹۵۔

(۱۲) گوہر ملسیانی،عصر حاضر کے نعت گو،کتاب سرائے،لاہور،۲۰۱۳ء،ص:۱۳۷۔

(۱۳) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۲۰۱۔

(۱۴) محمد عاصم بٹ، مدیر: سہ ماہی ادبیات،(نعت نمبر)،اکادمی ادبیات پاکستان،اسلام آباد، جنوری تاجون ۲۰۱۴، ص:۸۰۔

(۱۵) راجارشید محمود، نعت کائنات، جنگ پبلی شرز،لاہور،۱۹۹۳ء،ص:۲۴۶۔

(۱۶) گوہر ملسیانی،عصر حاضر کے نعت گو،کتاب سرائے،لاہور،۲۰۱۳ء،ص:۱۳۵۔

(۱۷) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۱۹۷۔

(۱۸) عزیز حامد مدنی،جدید اردو شاعری،انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی،۲۰۱۴ء،ص:۱۷۔

(۱۹) انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی،۲۰۱۳ء،ص:۷۷۴۔

(۲۰) اشعار بحوالہ اردو نعت کی شعری روایت، مرتبہ: صبیح رحمانی: اکادمی بازیافت، کراچی جون ۲۰۱۶ء۔

(۲۱) وقاراحمد رضوی،ڈاکٹر،تاریخ جدید اردو غزل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی،۱۹۸۸ء،ص:۶۶۹ء۔

(۲۲) راجارشید محمود، نعت کائنات،۱۹۹۳ء،ص:۷۰۴۔

(۲۳) محمد عاصم بٹ، مدیر: سہ ماہی ادبیات،(نعت نمبر)،۲۰۱۴ء،ص:۲۹۲۔

(۲۴) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:۲۹۳۔